

برصغیر میں مسلم عائلی قوانین کی اصلاحات میں سیاسہ شرعیہ کا کردار: تاریخی ارتقاء

Role of *Siyasah Al-Shar'iyah* in Reformation of Muslim Family Laws in Sub-Continent: Historical Evolution

Bilal Hussain*

Pirzada Junaid Amin**

Dr. Imtiaz Ahmed***

Abstract

Islamic law aims protection and prosperity of human society included all social and political aspects. Islamic legislative history evaluated a jurisprudential principle termed as "*Siyasah al-Shar'iyah*" equal to public policy. This doctrine of Muslim law broadly authorizes the ruler to determine blueprint to implement spirit of *Shar'iyah* without violation of thereby. The paper in hand will describe the theoretical perspectives of *Siyasah al-Shar'iyah*. It will provide its historical evaluation and practical legal perspective in the sub-continent. This study will explore the sub-continent ruler intrusions in family laws and its corollaries. Moreover, it will highlight the nature and status of *Siyasah* in this contemporary era. This paper will pave the way to reform the family laws of the Pakistan.

Keywords: *Siyasah al-Shar'iyah*, Sub-continental legislation, Muslim family laws, Reforms

تعارف

سیاسہ شرعیہ کی اصطلاح کا ذکر متقدمین فقہاء کے ہاں صراحت سے نہیں ملتا انہوں نے فقہی احکام کے ساتھ سیاسی فقہ کے احکام بغیر کسی فرق و تمیز کے تسدید کئے۔ متاخرین میں سب سے پہلے حنفیہ نے یہ فرق متعارف کرواتے ہوئے سیاسہ کا استعمال کیا پھر شوافع نے مصلحہ کے معنی میں استعمال کیا اور بعد ازاں دونوں اصطلاحات ایک دوسرے کی مترادف بن گئیں۔¹ آہستہ آہستہ حکمرانوں کے غلط و غیر منصفانہ استعمال اور شریعت کی حدود سے انحراف پہ سیاسہ کے ساتھ شرعیہ کا استعمال سیاسہ عادلہ کے معنی میں کیا جانے لگا۔² ایک جانب فقہ کی کتب کو ہی اسلامی قانون یعنی فقہ کا مظہر و مصدر گردانا جانے لگا تو دوسری جانب اسلامی قانون کو فقہی مذاہب تک محدود کر دیا اور فقہ کو قانون کا درجہ دینے کی بجائے محض فقہاء کی تحریروں سے موسوم کر دیا گیا ہے۔³ یہی وجہ ہے کہ اسلامی قانون کے اطلاقی پہلو کے لحاظ سے اصول سیاست کا مطالعہ از حد ضروری ہوا۔ بلاشبہ اسلامی قانون میں سیاست و شریعت دونوں کا مقصد فلاح انسانیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام مذہب و سیاست میں کسی قسم کی تفریق نہیں رکھتا ہے۔ اس مقالہ میں اسلامی قانون کے اصول "سیاسہ شرعیہ" کا عائلی قوانین پر اطلاقی جائزہ اس انداز سے لیا جائے گا کہ اس اصول کے تاریخی و فقہی ارتقاء کے تناظر میں اسلامی قانون کی وسعت واضح ہو۔ مغلیہ اور برطانوی ادوار میں اصول سیاسہ کے کردار اور نوعیت کو عیاں کیا جائے۔ علاوہ ازیں اس مقالہ میں پاکستانی عائلی قوانین میں سیاسہ شرعیہ کے موجودہ اختیار کی نوعیت پر

* Research Investigator Law, Department of Law, Council of Islamic Ideology, Islamabad.

Email: dlaw@cii.gov.pk

** Member of Council of Islamic Ideology, Islamabad.

*** Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Okara, Okara.

بحث کی جائے گی۔

عصر حاضر میں اسلامی قانون پہ تصنیفات و تحقیقات میں اب فتاویٰ، قضایا اور اصول سیاسہ کو بھی شامل مطالعہ کیا گیا ہے لیکن تاحال سیاسہ کا مطالعہ قانونی اصول کی بجائے سیاسی فلسفے یا سیاسیات کے تناظر میں کیا گیا ہے۔⁴ یہی وجہ ہے کہ کتب توارخ میں عموماً قاضی عدالتوں اور مظالم عدالتوں کا ذکر ہی ملتا ہے جو بالترتیب فقہ اور سیاسہ کے اصول پہ فیصلہ صادر کرتی تھیں۔⁵ جبکہ ان دو عدالتوں کے سوا بھی ادارے موجود تھے جنہیں قاضی کا اختیار تھا جیسے حسبہ، کو توال اور دیوان بلکہ قبیلوں اور گاؤں میں پنچائیت یا مکھیا فیصلے کرتا تھا۔⁶ بلاشبہ فقہ کو تفصیلی علم گردانا جاتا ہے جبکہ فقہ کی متداول کتب میں بہت سے اہم موضوعات کو علم الکلام کا موضوع گردانتے ہوئے خارج از بحث کیا گیا جیسے حکمران، امام یا خلیفہ کی اہلیت و تقرر اور فرائض کی بحثیں عقائد کی کتب کی زینت رہیں۔ لیکن اس بات سے قطعی انکار نہیں کہ فقہاء نے اس کا ذکر نہیں کیا بلکہ فقہاء نے متداول کتب کی بجائے ان مسائل پہ علیحدہ مستقل رسالوں کی شکل میں لکھا جیسے ابوالحسن الماوردی کی الاحکام السلطانیہ اور ابو عبید القاسم ابن سلام اللہروی کی کتاب الاموال وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ فقہاء کے علاوہ فلسفیوں، ادیبوں، اور پبلک ایڈمنسٹریشن کے ماہرین نے بھی سیاسہ کے مفہوم پہ اپنی کتب میں بحث کی ہے۔ محمد بن مقدسی کی السیاسة العظمیٰ المرصیہ، ابن النخیب کی السیاسة المدنیہ اور ابودلف بغدادی وزیر کی سیاسہ الملوک نمایاں کام ہیں۔⁷ فی الواقع شریعت کو غیر متبدل جبکہ سیاسہ کو قابل تغیر اور لچکدار سمجھا جاتا ہے۔ درحقیقت دونوں مختلف قانونی و سماجی اداروں سے نہ صرف وابستہ رہے بلکہ مسلسل متاثر بھی ہوئے۔ یہ بات واضح ہے کہ سیاسہ کو شریعت سے جدا قرار دینے سے اسلام میں تصور قانون کی وسعت محدود ہو جاتی ہے۔

سیاسہ شرعیہ کا معنی و مفہوم:-

لغوی معنی: ابن منظور لکھتے ہیں کہ:

"مصدراً لسانیسوس، والسیاسة: القيام علی الشیء بما یصلحہ"⁸

سیاسہ کے لفظ کا مادہ س-ی-س ہے جس کے لغوی معنی کسی چیز کی فطرت اور مزاج یا اس کا نظم و نسق قائم کرنا۔

لغوی طور پہ سیاسہ کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے جیسے تعزیر، مصلحت، تدبیر وغیرہ پھر ارتقاء کے بعد حکومت اور ریاست و قیادت کے معنی کے معنی میں استعمال ہونے لگا جیسے مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں کہ

"وفیہا معنی الرئاسة، سادة قادة لكل جمیع"⁹

اصطلاحی مفہوم:- احمد بن علی المقریزی لکھتے ہیں:

عوامی فلاح اور بہبود پر قانون سازی کرنا سیاسہ کہلاتا ہے اور یہ کام شریعت کے موافق ہو تو اسے سیاسہ عادل سے موسوم کیا جائے گا اور تضادم کی صورت میں اسے سیاسہ ظالمہ گردانا جائے گا۔

"القانون الموضوع لرعاية الآداب والمصالح وانتظام الأحوال"¹⁰

علوم اسلامیہ میں سیاسہ کے معانی کا دائرہ بہت وسعت رکھتا ہے۔ عربی زبان میں اس لفظ کے گھوڑے کے سدھانے سے لے کر جرم کی سزا تک متعدد معانی مذکور ہیں۔

بطرس البستانی لکھتے ہیں کہ:

"معاملات میں بہتری کے حصول میں کامیابی کے راستوں کی جانب لوگوں کی رہنمائی۔" سیاسہ مدنیہ عملی فلسفہ کی ایک قسم ہے جسے علم السیاسہ، سیاست الملوک یا الحکمت المدنیہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے معنی ہیں: "عدل و انصاف کے اصولوں پر مبنی معیشت کی عمومی تنظیم"۔¹¹ اس پس منظر میں سیاسہ کی اصطلاح فن حکمرانی یا اصول حکمرانی کے لئے بہت معنی خیز ہے، کیونکہ عموماً حکمرانی کا تعلق عام طور پر 'سدھانے'، 'تادیب' اور 'سزا' سے ہی بتایا جاتا تھا۔ تاہم اسلامی سیاسی فکر میں اس کا مطلب بالعموم قانون اور فقہی احکام میں حکمران کی صوابدید کا اصول ہی سمجھا گیا۔

سیاسہ شرعیہ فقہاء کی نظر میں:-

فقہاء نے سیاسہ کی متعدد تعریفات کی ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:-

علامہ طرابلسی سیاسہ سے تعزیر کا معنی مراد لیتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

"السیاسة شرع مغلط"¹²

"سیاست ایک سخت سزا ہے"

ابن عابدین لکھتے ہیں کہ:

"تغليظ جناية لها حكم شرعي حسما لمادة الفساد"¹³

"بدعنوانی کے مضمون میں شرعی حکم رکھنے والے جرم پہ سزا دینا"

ابن نجیم نے سیاسہ کا استعمال مصلحت کے معنی میں کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

"ظاهر كلامهم أن السياسة فعل شيء من الحاكم لمصلحة يراها وإن لم يرد بهذا الفعل دليل جزئي"¹⁴

"عوامی مصلحت کے لئے حاکم کا قانونی عمل اگرچہ اس پہ شرعی نص وارد نہ ہوئی ہو"

سیاسہ حکمران کے ایسے اقدام کو کہتے ہیں جو وہ کسی معاملے میں مصلحت عامہ کے لئے اٹھائے۔ اگرچہ اس اقدام کی تائید میں کوئی منصوص دلیل موجود نہ ہو۔

ابن عقیل الحنبلی¹⁵ کا قول ابن قیم نے اس طرح نقل کیا ہے:-

"ما كان فعلا يكون معه الناس أقرب إلى الصلاح وأبعد عن الفساد، وإن لم يضعه الرسول صلى الله عليه وسلم، ولا نزل به

وحي"¹⁶

"عوامی اصلاح اور فساد کے خاتمہ کے لئے قانونی اقدام اگرچہ اس پہ وحی یا نبی کریم ﷺ نے وضاحت نہ فرمائی ہو۔"

یہ تعریف ابن نجیم کی تعریف کی موافقت میں ہے اگرچہ معنی میں دونوں مختلف ہیں۔

ابن قیم فرماتے ہیں کہ امام الشافعی نے سیاسہ کے ایسے ہر تصور کو رد کر دیا جو قرآن و سنت سے موافقت نہ رکھتا ہو۔¹⁷

امام غزالی فرماتے ہیں کہ:

إن مقاصد الخلق مجموعة في الدين والدنيا، ولا نظام للدين إلا بنظام الدنيا والسياسة وهي للتأليف والاجتماع والتعاون على أسباب المعيشة وضبطها¹⁸

امام غزالی سیاسہ کی تعریف میں ارسطو کے تصور سیاست کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔ وہ علماء کو اول درجہ کی سیاست کی اہمیت نہیں دیتے لیکن شریعت کے تکمیلی امور کا حصہ قرار دیتے ہیں۔¹⁹ ان کے نزدیک ریاست اور شریعت میں تفریق ممکن نہیں کیونکہ ان دونوں کے بغیر لوگوں کے حالات بہتر نہیں ہو سکتے۔²⁰

ابن تیمیہ نے سیاسہ شرعیہ کے تحت حاکم کو وسیع اختیارات دیئے ہیں۔ آپ نے لکھا کہ اگر کوئی سزا شریعت نے مقرر نہ کی ہو حکمران اسے تعزیر کے طور پر دے سکتا ہے۔ ایسے امور میں حکمران کو اجتہاد کا حق ہے۔ مثال کے طور پر حکمران قرض نادہندہ کو قید کی سزا دے سکتا ہے اور جب تک وہ قرض ادا نہ کرے اسے بدنی سزا کا حکم دے سکتا ہے۔ فقہاء کی اکثریت ایسے حکمران کے اجتہاد کے حق کی قائل نہیں جو قرآن و سنت کا علم نہ رکھتا ہو جبکہ ابن تیمیہ حکمران کے لئے قرآن اور سنت کا علم لازمی نہیں سمجھتے۔ تاہم اگر حکمران کے پاس مطالعے کا وقت نہ ہو یا اس میں اس کی اہلیت نہ ہو تو ضروری ہے کہ وہ معتمد علماء پر انحصار کرے۔²¹ عام مفہوم میں سیاسہ سے مراد اسلامی ریاست میں عوام کے معاملات کا ایسا نظم و نسق ہے جس کا مقصد مفاد عامہ کا حصول اور مفسدات کا اس طرح سے ازالہ ہے کہ شریعت کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز نہ ہو اور اس کے کلیات کی مخالفت نہ ہو۔ البتہ اس میں ائمہ مجتہدین کی آراء اور اقوال کی مکمل مطابقت لازمی نہیں۔²²

سیاسہ شرعیہ کا تاریخی ارتقاء:-

اصول سیاسہ کہ اہمیت آٹھویں صدی کے اواخر میں شروع ہوئی۔ خلیفہ منصور کا سیکرٹری ابن المقفع خلافت میں یکساں قانون کا خواہاں تھا اس کی رائے میں سیاسہ سے مراد کامیاب حکمرانی تھی۔ اس نے قاضیوں کے فیصلوں پہ تشویش اور خلیفہ اپنی رائے (صوابدید) کے استعمال کی تجویز دی۔ پھر 11 ویں صدی کے اوائل اور 12 ویں صدی کے اواخر میں خلیفہ علاوہ سلطان کا منصب متعارف ہوا جس کے مطلق اقتدار کے لئے الماوردی اور الغزالی جیسے نامور فقہاء نے استیلاء اور قہر کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ الماوردی کی کتاب الاحکام السلطانیہ میں اسلامی سیاسی اقتدار، انتظامی و ریاستی امور اور قوانین کی فقہی احکام میں شامل کر دیا گیا ہے۔ بالفاظ دیگر ریاست و مذہب کو ایک دائرہ میں ظاہر کیا گیا ہے۔²³ منگول حملوں کے نتیجہ میں اسلامی سیاسی نظام و معاشرت تباہ ہو گئی۔ شہاب الدین القرانی فرماتے ہیں عبادات اور ایسے معاملات جن پر اجماع ہے ان میں قاضی اور امام کو صوابدید فیصلے کا اختیار نہیں۔ امام صرف ان امور میں اختیار رکھتا ہے جن میں فقہاء میں اختلاف رائے پایا جائے

اور اتفاق رائے موجود نہ ہو۔²⁴ سلطنتوں کے ادوار میں حکمران پچھلے ادوار سے زیادہ اختیارات مالک تھے۔ سلطنتوں کے حکمران اپنے احکام جاری کرتے جیسے سلطنت عثمانیہ میں قانون اور مغلیہ سلطنت میں آئین اور فرمان سے موسوم کیا جاتا تھا۔²⁵ سیاسہ شرعیہ کی حدود و قیود:-

1. سیاسہ کے تحت حاکم کو وسیع اختیارات دیئے گئے ہیں لیکن مطلق اقتدار نہ ہے بلکہ کچھ حدود و قیود ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:
2. حاکم کا اقدام اسلامی شریعت کے مرتب کردہ دفعات اور قواعد کے مطابق ہو۔ اسی طرح یہ اقدام کسی نص یا شرعی اصول کے منافی نہ ہو کیونکہ

"لا طاعة في المعصية، إنما الطاعة في المعروف"²⁶

3. اسی طرح علماء و فقہاء سیاسہ کے اصول پہ نگران ہیں۔

"فعلى العلماء أن يبينوا هذه المخالفة حتى يعلم بها الرعية"

4. حکم کسی عوامی مصلحت کے پیش نظر ہو نہ کہ حاکم کی اپنی کسی ذاتی غرض یا خواہش کے لئے ہو کیونکہ سیاسہ میں قاعدہ ہے کہ

"تصرف الإمام على رعيته منوط بالمصلحة"

5. حکم معتدل ہو کسی افراط و تفریط کی آمیزش نہ ہو

برصغیر میں سیاسہ شرعیہ

مغلیہ دور:-

برصغیر میں آمد اسلام سے شرعی احکام پہ مبنی فیصلے صادر ہوتے تھے اور دیگر غیر مسلم اقوام کو اپنے مذہبی قوانین کے مطابق آزادی تھی۔ سلطنت میں یکساں قانون کی خواہش کے پیش نظر میں اکبر بادشاہ نے اسلامی قانون کی تدوین و توفیق کے لئے لامحدود صوابدیدی اختیار کے لئے کوشش کی لیکن علماء کی مخالفت کی وجہ سے اکبر کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا۔²⁷ اور نگ زیب عالمگیر کی سرپرستی میں حنفی فقہی دستاویز "فتاویٰ ہندیہ" کی تدوین ہوئی جس میں سماجی حیثیت کی مطابقت میں تعزیری نظام متعارف کیا۔²⁸ اس میں تعزیر کی تعریف میں جرائم کے قوانین میں باقی ماندہ تمام اختیارات حکمران کے لئے ہیں۔ تعزیر کا اطلاق ہر اس سزا پر ہوتا ہے جو حدود کی سزاؤں میں شامل نہیں۔ ان سزاؤں کا تعین حکمران کرتا ہے۔ فتاویٰ کے مطابق تعزیری جرائم میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی خلاف ورزیاں شامل ہیں۔ مذکورہ فتاویٰ میں حدود کے جرائم میں بھی حکمران کو سیاسہ کے اختیار دئے گئے جیسے کسی شخص پر چوری کا الزام ہو اور وہ انکار کرے اور حاکم کو یقین ہو کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے تو ملزم پر تشدد کر کے سچ اگلوانا جائز ہے۔²⁹

برطانوی دور:-

18 ویں صدی میں برطانوی گورنر جنرل ہند نے بنگال میں شریعت کے قوانین میں اصلاحات کے جواز کے لئے سیاسہ کے اصول کا سہارا

لیا۔ 1772ء میں اس نے اپنے لئے نواب گورنر جنرل، میسنگز کا لقب منتخب کیا اور یوں مسلم حکمران کے نائب کی حیثیت سے اسے اسلامی قانون میں موجود نظریہ سیاسہ کے اختیارات حاصل ہو گئے۔³⁰ بنگال عدالتوں میں یہ نظریہ بہت مقبول و معروف ہوا اور تسلیم کیا گیا کہ حاکم کسی ظالمانہ جرم پہ سیاسہ کے تحت مجرم کو سزائے موت تک دے سکتا ہے۔³¹ سیاسہ کے اثرات 1807ء کے ضابطہ میں بھی نظر آتے ہیں جیسا کہ اس میں تعزیر کی اقسام میں مفاد عامہ کے تحفظ کی بناء پر حکمران صوابدیدی اختیار رکھتا ہے۔³²

عائلی قوانین میں اصلاحات اور سیاسہ شرعیہ:-

استعمار سے آزادی کے بعد مسلم حکومتوں نے عائلی قوانین میں اصلاحی اقدامات کئے تو روایتی طبقات کا شدید رد عمل سامنے آیا۔ اصلاحات کے حامی سیاسہ اور اجتہاد کی بنیاد پر ریاست کو قانون سازی کا حق دیتے ہیں جبکہ مخالفین ابن تیمیہ کے حوالہ سے سیاسہ شرعیہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ شریعت میں نکاح سے متعلقات منگنی، مہر، حقوق زوجیت، طلاق اور خلع و تفریق کے احکام مذکور ہیں۔ بلاشبہ مذکورہ احکام میں تبدیل و ترمیم کا حق شارع کے سوا کسی کے پاس نہ ہے لیکن اطلاقی و انتظامی نوعیت کے معاملات حاکم وقت عرف کے تناظر میں مصلحت و فساد کے لئے دیکھ سکتا ہے۔ عائلی قوانین میں سیاسہ شرعیہ کا اطلاق دور فاروقی سے ہو رہا ہے چند ایک واضح مثالیں یہ ہیں:

1. شریعت نے کتابیہ سے نکاح کی اجازت دی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

"الیوم أحل لكم الطيبات وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم وطعامكم حل لهم والمحصنات من المؤمنات والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم إذا آتیتموهن أجورهن محصنین غیر مسافحین ولا متخذی أخدان"³³

سیدنا عمر فاروق نے کتابیہ سے کثرت زواج کو دیکھا تو دولت اسلامیہ کے نقص امن اور مسلم عورتوں کی مصلحت کے تناظر میں کتابیہ سے نکاح سے روک دیا۔ آپ کا یہ حکم شرعی کنوینٹ کی بجائے انتظامی نوعیت کا تھا۔ پس جواز نکاح کا حکم تو باقی رہا لیکن جب حاکم فساد و خطرہ دیکھے تو جائز عمل کو موقوف کر دے گا۔

2. موت کی بیماری میں طلاق یافتہ عورت کا وراثت: عبدالرحمن بن عوف نے بیمار ہونے کے دوران اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اور عثمان نے عدت کے خاتمے کے بعد اسے اس سے وراثت میں ملا۔ اگر اس کی عدت ختم ہو جائے تو اس کے لئے کوئی وراثت نہیں ہے۔ اس کے بعد جب انھوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ مریض کی طلاق، موت کی بیماری، وراثت کی ایک لازمی وجہ کے طور پر نکاح کو ختم نہیں کرتی ہے، عمر نے اس کا خاتمہ کیا، جو عدت ہے، جبکہ عثمان نے اس کا خاتمہ نہیں کیا، اور کہا: طلاق یافتہ عورت میراث میں ملتی ہے چاہے وہ عدت کے بعد مر جائے یا اس کے بعد۔

3. کسی ملک کا شہری کسی بھی ملک کی شہریہ سے رشتہ ازدواج قائم کر سکتا ہے اس کے اپنے ملک کی شہریہ ہو یا نہ ہو لیکن اکثر ممالک نے بیرون ملک کی شہریہ سے شادی پہ شرط و قیود لگا رکھے ہیں جیسا کہ سعودیہ میں ہے

4. نکاح کے اندراج پہ شرعاً کوئی حکم نہ ہے لیکن زبانی نکاح کا اندراج ضروری قرار دیا گیا ہے اگرچہ یہ اضافی شرط ہے لیکن کئی مفاسد کی روک

تھام کے لئے رکھی گئی ہے۔

5. طلاق کا حق خاوند کے پاس شریعے نے رکھا جس پہ کوئی قید نہیں ہے لیکن اس کے اندراج اور نوٹس کی شرط لگائی گئی ہیں۔
"ثلاث جدهن جد، وهزلهن جد: النكاح، والطلاق، والرجعة"³⁴

ساردا بل:-

عائلی قوانین میں اصلاحات کے لئے 1927ء کو رائے صاحب ہریلاس ساردا ان نے ایک پرائیویٹ بل ہندو چائلڈ میرج بل کے نام سے پیش کیا جس پہ مسلم راہنماء نے حمایت و مخالفت میں آراء دیں۔³⁵ مسلم اسمبلی ممبر مولانا یعقوب، جانشین درگاہ خواجہ نظام الدین اولیاء³⁶ اور قائد اعظم محمد علی جناح³⁷ جیسے لوگ حمایت میں تھے جس کی بنیادی وجہ مصلحت عامہ ہی تھی جبکہ روایتی علماء نے اس بل کو مذہبی مداخلت قرار دیا بلکہ عملاً اس کی مخالفت میں تحریکیں بھی چلائیں۔³⁸

یوپی مجلس قانون ساز:-

13 ویں صدی میں سلطنت دہلی کے قیام کیساتھ برصغیر میں شریعت باقاعدہ متعارف ہوئی۔ تمام مسلم و غیر مسلم شہری مذہبی روایات کے مطابق خاندانی معاملات میں آزاد تھے۔ مغلیہ سلطنت اور انگریز کے اوائل ادوار میں جغرافیائی و سیاسی مصلحت کے تناظر میں عائلی قوانین میں ترمیم نہ ہوئی۔ پھر تدریجاً مالی و انتظامی نگرانی کیساتھ ساتھ 1772ء میں قاضی عدالتوں کو محدود کر دیا گیا۔³⁹ 1856ء کے بنگال ایکٹ میں نکاح و طلاق کے اندراج کی دفعات متعارف کیروائی گئیں لیکن ان کی تفصیل رضا کارانہ نوعیت کی تھی۔⁴⁰ 1927ء میں یوپی مجلس قانون ساز نے مسلمانوں کے نکاح و طلاق کے معاملات پہ غور و فکر کے لئے مسلم میرج ذیلی کمیٹی تشکیل دی۔ مولانا کفایت اللہ دہلوی اور مولانا نعیم الدین مراد آبادی جیسے معزز ممبران کی زیر نگرانی اندراج نکاح و طلاق اور تقرر قضا کے عنوانات کے تحت بحث ہوئی بلکہ نکاح خواہ کی قابلیت اور قاضی کے اختیارات پہ بھی بحث کی گئی۔ اس کے علاوہ کئی مسلم سلطنتوں کے عملی نظم و نسق پیش کرتے ہوئے جبری اندراج کو مسلم حاکم کا سیاسہ کے تحت شرعی اختیار تسلیم کیا گیا۔ اسی طرح قاضی کے لئے نکاح، فسخ و طلاق اور متعلقات کے اختیارات تسلیم کئے گئے۔⁴¹

اسلامی نظریاتی کونسل اور مولانا جعفر شاہ پھلواری:-

مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء پہ اسلامی نظریاتی کونسل میں سفارش مرتب کرتے ہوئے مولانا جعفر شاہ پھلواری نے اختلافی نوٹ مرتب کیا۔ آپ نے پاکستان کو اسلامی ریاست تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ اسے حنفی ریاست سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ کسی مصلحت کے تحت غیر حنفی رائے یا کسی رائج کی جگہ مرجوح کو اختیار کرنا جائز نہیں بلکہ ضروری ہوتا ہے اور حاکم کے ایسے اقدام کی مخالفت نہیں کی جاسکتی۔ تعدد ازدواج پہ اباحت موقف اپناتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسی معاشرتی مصلحت کے پیش نظر حاکم مباح امر پہ پابندیاں عائد کر سکتا ہے اور پھر حکم کا جواز اور مباح ہونا تو باقی ہے محض وقتی مصلحت کے تحت شرط و قید لگائی ہے۔⁴²

دور حاضر میں سیاسہ شرعیہ کا اختیار:-

احمد فتحی البسنی کی نظر میں سیاسہ تعزیر کے مترادف مفہوم میں ہے۔ وہ حکمرانوں کے لئے اجازت کا اصول بتاتے ہیں کہ وہ مفاد عامہ کے پیش نظر اقدامات کر سکتا ہے بشرطیکہ دین کے اصولوں کے خلاف نہ ہوں۔⁴³ ابو عبد الفتاح علی ابن حاج سیاسہ کے عام اور سیاسہ شرعیہ کے مخصوص مفہوم میں امتیازی وصف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سیاسہ شرعیہ کے لئے شریعت کے مطابق ہونا لازمی ہے۔⁴⁴ دوسری اہم بات کہ آج تک سیاسہ کے اصول کا اطلاق نظریہ سزا اور جرائم کے قوانین تک محدود رہا ہے جبکہ حقیقی مسئلہ حکمران کا قانون سازی کا اختیار ہے۔ حکمران کا سیاسہ کے تحت اختیار صرف مفاد عامہ کی بنیاد پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسلامی قانون میں سیاسہ کے نظریہ کی بنیاد پر حکمران کو وسیع اختیار حاصل ہوئے لیکن اسے ایک ادارہ کی شکل نہیں دی جاسکی۔ جدید قومی ریاست کے تصور میں انفرادی حکمرانی کی جگہ ادراتی حکمرانی کا تصور متعارف ہوا ہے جس سے مسلم دنیا میں سیاسہ پہ کئی اشکال پیدا ہوئے ہیں۔ اسلامی ریاست میں اہم سوال یہ ہے کہ عوام کے مفاد یا مصلحت کو طے کرنے کا اختیار عصر حاضر میں کس کے پاس ہے۔

تنازع و سفارشات:-

اسلامی تاریخ میں حکمران سیاسہ کے تحت وسیع اختیارات استعمال کرتے رہے ہیں۔ برصغیر میں بھی مغلیہ اور انگریز ادوار میں اس اصول سے فائدہ اٹھایا جاتا رہا ہے۔ روایتی طبقہ حکمرانوں کے غلط اور غیر منصفانہ استعمال کی وجہ سے عصر حاضر میں مذکورہ اصول اور حاکم کے اختیارات کی نفی کرتا ہے حالانکہ اس کی مثالیں دور فاروقی میں بھی ملتی ہیں جو اسلامی قوانین کا شاندار دور تھا۔ اسلام کے تصور قانون اور حیات انسانی کے لئے جامع ضابطہ حیات ہونے کے پیش نظر سیاسہ شرعیہ کے اصول کا فہم اور استفادہ کی جتنی ضرورت اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔ انفرادی حکمرانی سے ادراتی و اجتماعی حکمرانی کے تصور کے ساتھ سیاسہ شرعیہ کو بھی ادراتی حیثیت سے متعارف کروانا چاہئے۔ حکمرانوں کی علوم شرعیہ سے عدم آگاہی کی صورت میں ایسے ادارے یا افراد کا وجود ہو جن پہ حکمران انحصار کر سکے۔ پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پہ حکمران انحصار کر کے سیاسہ شرعیہ کے اصول کے تحت قانون سازی کے وسیع اختیارات کا استعمال کر سکتے ہیں۔ سیاسہ شرعیہ اور برصغیر میں عائلی قوانین کی بحث کے تناظر میں چند ایک سفارشات پیش نظر ہیں:

1. حکمرانوں کو سیاسہ شرعیہ کے اصول کی باقاعدہ فہم کے لئے آگاہی دی جائے۔
2. اسلام کے وسیع تصور قانون سازی کو محدود کرنے کی حوصلہ شکنی کی جائے۔
3. پاکستان کے حکمران اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پہ انحصار کرتے ہوئے سیاسہ شرعیہ کے تحت مصلحت عامہ کے لئے قانون سازی کریں۔
4. عائلی قوانین میں سیاسہ کے اصول کے تحت عصر حاضر کی ضرورتوں کے مطابق ترمیم و تنقیح کی جائے۔
5. کم عمری کی شادی، مہر و نفقہ اور وراثت کی دائیگی، رضاعت اور طلاق وغیرہ پہ عصر حاضر کے مطابق مؤثر قانون سازی اور تنفیذ اصول

سیاسہ کے تحت کی جائے۔

6. یتیم کی وراثت کے لئے جبری وصیت، نکاح کے لئے طبعی معائنہ اور طلاق ثلاثہ پہ سزا، اسی طرح گواہوں کی شرط عائد کی جاسکتی ہے۔
7. اداراتی حکومتی تصور کے پیش نظر حکومت کے سیاسہ شرعیہ کے اصول سے استفادہ کے لئے اداراتی انحصار متعین کیا جائے جیسا کہ عصر حاضر میں پاکستانی نظام میں سپریم کورٹ یا اسلامی نظریاتی کونسل وغیرہ۔
8. مسلم و مغربی فلسفہ دونوں میں عوامی مصلحت اور دفع مفسدہ پہ قانونی تصورات موجود ہیں لیکن مسلم نکتہ نظر سے آگاہی کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات / References

- 1 زبدانی، عمر انور، فقہ السیاسہ الشرعیہ، (ادارہ بحوث اسلامیہ: قطر، 2011ء) ص 19-21
- Zubdani, Umar Anwar, Fiqh Al-Siyāsah Al-Shar'iyah, (Islamic Research Institute: Qatar, 2011) 19-21
- 2 ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، بدائع الفوائد، (مجمع الفقہ الاسلامی: جدہ، 2008ء)، ج 3، ص 1036
- Ibn Qayyim al-Jawziyah, Muhammad ibn Abī Bakr, Badā'i' al-fawā'id, (Majma' al-Fiqhi al-Islami: Jeddah, 2008) v.3, p.1036
- 3 J. Schacht, Introduction to Islamic Law (Oxford: Clarendon, 1966), p. 76
- 4 B. Lewis, "Siyasa," in A.H. Green (ed.), In Quest of an Islamic Humanism. Arabic and Islamic Studies in Memory of Mohamed al-Nowaihi (American University in Cairo Press :Cairo, 1984), p. 3-14
- 5 E.Tyan, "Judicial Organization" in Majid Khadduri Law in the Middle East, (Middle East Institute :Washington, 1955) pp. 198-207
- 6 انوار الیقین، ہندوستان کی قانونی تاریخ، (ترقی اردو ادب بیور: نئی دہلی، 1982ء) ص 82
- Anwar-ul-Yaqeen, Legal History of Hindustan, (Taraqi Urdu Adab Bureau : New Delhi, 1982), p.82
- 7 ڈاکٹر خالد مسعود، اسلامی قانون میں سیاست کا اصول، (تجزیات: اسلام آباد، اپریل 2015ء)، ص 3
- Dr. Khalid Masood, Principle of Politics in Islamic Law, (Tajziyat: Islamabad, April 2015), p.3
- 8- ابن منظور، جمال الدین، لسان العرب (دار الکتب العلمیہ: بیروت، 2010ء)، ج 3، ص 608
- Ibn Manzur. Jamal al-Din, Lisan Al-'Arab, (Dar Kotob Ilmiyah: Beirut, 2010), v.3, p. 608
- 9 الزبیدی، محمد بن محمد بن عبد الرزاق، تاج العروس من جواهر القاموس، (دار صدر: بیروت 2008ء)، ج 8، ص 322
- Al-Zabidi, Muhammad Bin Muhammad Bin Abdul razzaq, Taj al 'uroos min jawahir al Qamoos, (Dar Sader: Beirut 2011), v.8, p.322
- 10 احمد بن علی مقریزی، کتاب المواعظ والاقتدار بذكر الخطط والآثار، (دار الکتب العلمیہ: بیروت، 2010ء)، ج 3، ص 383
- Ahmad ibn Ali Maqrizi, , Kitab Al-Mawaiz Wa-Al-Itibar Fi Dhikr Al-Khitat Wa-Al-Athar (Dar Al Kotob Al-Ilmiyah Beirut, 2010), v.3, p.383
- 11 بطرس بستانی، محیط المحیط، (مکتبہ لبنان: بیروت، 2011ء) جلد 1، ص 1026
- Batras Bustani, Moheet-ul-Moheet, (Maktabah Lebanon : Beirut, 2011), v.1, p.1026
- 12 احمد عطوة، المدخل إلى السياسة الشرعية، (جامعہ محمد بن سعود: سعودیہ، 1993ء)، ص 23

Ahmed Utwat, al-Madkhal ila Al-Siyasah al-Shar'iyah, (University Muhammad Bin Saud: Saudia, 1993), p. 23

¹³ ابن عابدین، محمد امین بن عمر، رد المختار علی الدر المختار، (دار الفکر: بیروت، 2009)، ج 6، ص 19

Ibn 'Abidin, Muḥammad Amīn b. 'Umar b. 'Abd al-'Azīz, Radd al-Muhtār 'ala al-Durr al-Mukhtār, (Dar-ul-Fikr: Beirut, 2009), v.4, p.19

¹⁴ ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم بن محمد، البحر الرائق، (دار الکتب العربیہ الکبری: قاہرہ، 1997)، ج 5، ص 11

Ibn Najeem, Zainuddin bin Ibrahim bin Muhammad, al-Baḥr al-rā'iq, (Dar al-Kutub :Cairo, 1997), v.5, p.11

¹⁵ عبداللہ بن محمد بن عقیل حنبلی نے سب سے پہلے باقاعدہ سیاسہ کافی استعمال کیا۔

¹⁶ ابن قیم الجوزیہ، ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر، الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ، (المطبعہ الحمدیہ: قاہرہ، 2013ء)، ج 1، ص 29

Ibn Qayyim al-Jawzīyah, Muḥammad ibn Abī Bakr, al-Ṭuruq al-ḥukmīyah fī al-siyāsah al-shar'īyah, (Matba'ah al-Sunnah al-Muhammadiyah: Cairo, 2013), v. 1, p.29

¹⁷ ابن قیم، الطرق الحکمیۃ، ص 13

Ibn Qayyim, al-Ṭuruq al-ḥukmīyah, p.13

¹⁸ الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، (مطبعہ المشہد الحسینی: قاہرہ، 2013ء)، ج 1، ص 170

Al-Ghazālī, Abū Ḥāmid Muḥammad ibn Muḥammad, Ihya' 'Ulum al-Din, (Matbaat al-Mashhad al-Husaini: Cairo, 2013), v.1, p. 170

¹⁹ ایضاً۔

Ibid.

²⁰ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، سیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیہ، (نور القرآن: کراچی، 2017ء)، ص 184

Ibn Taymīyah, Aḥmad ibn 'Abd al-Ḥalīm, Siyāsah al-shar'īyah fī iṣlāḥ al-rā'ī wa-al-ra'īyah, (Noor'ul Quran: Karachi, 2017), p. 184

²¹ ایضاً۔

Ibid.

²² ابن حاج، ابو عبد الفتاح علی، الارشاد والنصح فی بیان احکام الردہ والصلح، (مطبعہ الجبہ: الجزائر، 1995ء)، ص 126

Ibn al- ajjāj, 'Abu A 'Abdil Fattah Ali Bin, Al-Irshad wl-Nasaih fi Biyan Ahkam al-Riddah wl-Sulah, (Publisher al-Jubah: Al-Jazira, 1995), p. 126

²³ الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد، الأحکام السلطانیۃ، (جامعہ عثمانیہ: حیدرآباد، 1931ء)، ص 3

Al-Māwardī, Abū al-Uasan 'Ali bn Muhammad, al-Ahkām al-Sultaniyya, (Jamai Osmania: Hyderabad, 1931), p.3

²⁴ Muhammad Khalid Masud, Shatibi's Philosophy of Islamic Law (Islamabad: Islamic research Institute, 1995), p. 57

²⁵ ڈاکٹر خالد مسعود، اسلامی قانون میں سیاست کا اصول، ص 3

Dr. Khalid Masood, Principle of Politics in Islamic Law, ,p.3

²⁶ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، (دار ابن کثیر: دمشق)، 7275.

Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā'il al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, (Dar Ibn Kathir:Dimashq) 7275

²⁷ Muhammad Khalid Masood, "Official Recognition of the Hanafi School of Law in the Indian Sub-continent", paper presented at the Third International Conference on Islamic Legal Studies: The Madhhab (Harvard University, Boston, 5 May 2000), p.4

²⁸ فتاویٰ عالمگیری، اردو ترجمہ امیر علی (مکتبہ رحمانیہ: لاہور، 2018ء)، ج 3، ص 298۔

Fatawa-e-Alamgiri, Amir Ali Translator, (Maktaba Rahmaniya :Lahore, 2018), v.3, p.298

²⁹ ایضاً۔

Ibid.

³⁰ انوار الیقین، ہندوستان کی قانونی تاریخ، ص 82۔

Anwar-ul-Yaqeen, Legal History of Hindustan, p.82

³¹ Jorg Fisch, Cheap Lives and Dear Limbs, The British Transformation of the Bengal Criminal law, 1769-1817 (Wiesbaden: F. Steiner, 1983), p. 19- 34.

³² George Claus Rankin, Background to Indian Law (Cambridge: The University Press, 1946), p. 169

³³ القرآن: 5:5

Al-Quran, 5:5

³⁴ سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، (دار ابن قتیبہ: کویت، 2009ء)، 2194

Sulayman ibn al-Ash'ath, Sunan e Abi Dawood, (Dar Ibn Qutayba: Kuwait, 2009), 2194

³⁵ سلطان محمود، ساردا بل اور اسلام، (جید برقی پریس: دہلی)، ص 2

Sultan Mahmood, Sarda Bill and Islam, (Jayyed Barqi Press: Delhi), p. 2

³⁶ عابد حسین شاہ، تحریک ساردا بل اور علمائے حق، (ضیائے حرم: لاہور، 1995ء جون)، ص 82

Abid Hussain Shah, Tahreek Sarda Bill and Ulma-e-Haq, (Zia-e-Harm: Lahore, June 1995). P. 82

³⁷ محمد جلال الدین، ساردا ایکٹ اور علمائے حق، (کھاریاں، 1999ء)، ص 10

Muhammad Jlal-ul-din, Sarda Act and Ulma-e-Haq, (Kharian, 1999), p.10

³⁸ سلطان محمود، ساردا بل اور اسلام، ص 2

Sultan Mahmood, Sarda Bill and Islam, p. 2

³⁹ Muhammad Qasim Zaman, Ulama in Contemporary Islam, Custodians of Change (Karachi: oxford university press, 2004), 20

⁴⁰ The Bengal Muhammadan Marriages and Divorces Registration act, 1876.

⁴¹ ندوی، سلیمان، یوپی مجلس قانون ساز (معارف نمبر 5: دہلی، 1920ء)، ص 59

Nadwi, Suleiman, UP Legislative Assembly, (Ma'raif No.5: Delhi, 1920), p. 59

⁴² پھلواری، جعفر شاہ، مسلم خاندانی قوانین اور اسلام، (سمن آباد: لاہور، 1964ء)، اسلامی نظریاتی کونسل، مسلم فیملی لاز آرڈیننس کا جائزہ 1964

Phulwari, Ja'afar Shah,, Muslim Personal Laws and Islam, (samanabad: Lahore, 1964), Commentary on Muslim Family Laws Ordinance 1964, Council of Islamic Ideology

⁴³ احمد فتحی، السیاسة الجنائية فی الشريعة الاسلامیة (دار الشونینق: بیروت، 1983ء)، ص 25

Ahmed Fathi, Al-Siyasah Al-Jinayah fi al-Shar'iyah Al-Islamiah, (Dar-ul-Suneq: Beirut, 1983), p.25

⁴⁴ ابن حاج، الارشاد والنصح فی بیان احکام الردہ والصلح، ص 126

Ibn al- ajjāj, Al-Irshad wl-Nasaih fi Biyan Ahkam al-Riddah wl-Sulah, p. 126